بادشاہوں کے دفاع کی قبا شبلی کے قد وقامت پر موزوں نہیں آتی''۔اسی طرح مامون کی عیش وطرب کی محفلوں کی سنگینی کو کم کرنے کے لیے (جن میں عیسائی کنیزوں کا رقص وسُرود، ان کی مخمور آنکھیں اور جام وشراب کا دور، بقول شبلی: ''مامون کو بدمست کر دیتا تھا'') مولانا شبلی لکھتے ہیں: ''مامون کے عیش وطرب کے جلسوں میں تو عیاشانہ رنگینی پائی جاتی ہے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ جلسے علمی مذاق سے بالکل خالی بھی نہ تھے۔اس قسم کے جلسے جو شاعرانہ جذبات کو پورے جوش کے ساتھ اُبھار دیتے ہیں، اگر متانت وتہذیب کے ساتھ ہوں تو لٹریچر پر نہایت وسیع اور عمدہ اثر پیدا کرتے ہیں''۔اس پر پروفیسر سلیم صاحب کا نقد ہے:''یہ لکھتے وقت مولانا [شبلی] کو غالباً مذہبی نقطۂ نظر سے ایسی محفلوں پر تبصرہ کرنے کا خیال نہ آیا''۔

پروفیسر محمد سلیم مجموعی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شبلی نے ''المامون لکھ کر اُردو میں سوانح نگاری کی بنیاد رکھی''۔پروفیسر صاحب نے شبلی کی دیگر تصانیف پر بھی ایک ایک باب رقم کیا ہے۔مزید برآں انھوں نے حسبِ ذیل موضوعات پر بھی ایک ایک باب رقم کیا ہے: شبلی کی شاعری، ندوۃ العلماء، شبلی اور ان کے نقاد، شبلی اور سرسید۔انھوں نے شبلی کی شخصیت، تصانیف اور افکار کا پورا احاطہ کیا ہے، شبلی فہمی کے لیے یہ ایک مفید کتاب ہے۔(رفیع الدین ہاشمی)

ملاقاتیں کیا کیا! الطاف حسن قریشی۔ ناشر: جمہوری پبلی کیشنز، ۲-ایوانِ تجارت روڈ، لاہور۔ فون: ۳۶۳۱۴۱۴۰-۰۴۲۔صفحات: ۳۸۹ (بڑا سائز)۔ قیمت: ۱۴۹۰ روپے۔

۲۰ویں صدی کا چھٹا عشرہ اُردو صحافت میں کئی تجربات کے حوالے سے یادگار ہے، اور انھی میں ایک حوالہ ماہ نامہ اُردو ڈائجسٹ کا لاہور سے اجرا تھا۔یہ پرچہ جہاں شائستہ اسلوبِ نگارش، تعمیری ادب، دیدہ زیب پیش کاری اور متنوع موضوعات کا گل دستہ تھا، وہیں الطاف حسن قریشی کے منفرد مصاحبوں (انٹرویوز) کی وجہ سے بھی ایک خاص مقام رکھتا تھا۔یہ انٹرویو محض شخصی احوال وعادات کی کتھا نہیں ہوتے تھے، بلکہ مہمان سے ہونے والی عالمانہ گفتگو اور ٹھوس موضوعات کو عام فہم انداز میں قارئین تک پہنچانے کا ذریعہ بھی تھے۔

زیرتبصرہ کتاب ایسے ہی مصاحبوں کا ایک قابلِ قدر انتخاب ہے۔ان مصاحبوں کو سوالات کی خوب صورتی، جوابات کی عالمانہ وسعت اور تخلیقی تحریر نے مکالماتی شہ پارے بنا دیا ہے۔یہ کتاب

درحقیقت ۲۰ویں صدی میں مسلم تہذیبی فکر کا مرقع ہے۔ دوسرا یہ کہ چند غیرملکی مہمانوں کو چھوڑ کر سبھی شخصیات صبحِ آزادی کی شخصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ یہ رجالِ کار اپنی گفتگوؤں میں بتاتے ہیں کہ آزادی کا نور، کس طرح آزادیِ موہوم میں تبدیل ہوا۔

یوں تو ہر مصاحبہ ایک مثال ہے، تاہم یہاں چیف جسٹس اے آر کارنیلیس کی گفتگو سے چند سطور پیش کی جاتی ہیں: ''قانون کی اطاعت کا جذبہ اس وقت اُبھرتا ہے، جب دل میں قانون کے لیے احترام پایا جاتا ہو۔ اگر ہم پاکستان میں قانون کی حکمرانی چاہتے ہیں تو پھر ہمیں اسلامی قانون نافذ کرنا چاہیے۔ میرا یقین ہے کہ اسلامی قانون کے نفاذ سے اس ملک کی قانونی زندگی میں خوش گوار انقلاب جنم لے گا۔ اسلامی قانون کسی دور میں بھی زندگی سے کٹا نہیں رہا اور یہ تسلسل کی تمام کڑیاں اپنے اندر رکھتا ہے''۔ (ص ۱۹۱، ۱۹۲)

واقعہ یہ ہے کہ ان مصاحبوں میں اجتہاد کی ضرورت اور اجتہاد کے آداب، تعلیم اور تہذیب، تاریخ اور کلچر، سیاست اور مسئلہ زبان، مستقبل بینی اور خود احتسابی کے ایسے ایسے جواہر پارے ملتے ہیں کہ ہمارے بہت سے مسائل کی نشان دہی اور ان کا شافی حل مل جاتا ہے۔ اس بزمِ دانش میں مولانا سیّدابوالاعلیٰ مودودی ، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، شاہ فیصل، خان آف قلات، جسٹس اے آر کارنیلیس ، اے کے بروہی، چودھری محمد علی، جسٹس حمودالرحمٰن، ایس ایم ظفر، ظفر احمد انصاری، غلام رسول مہر اور اصغر خان سمیت ۲۳ شخصیات کے مصاحبے شامل ہیں۔

کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے ہم ۲۱ویں صدی میں، ۲۰ویں صدی کی مسلم فکری رہنمائی سے اس طرح مستفید ہوتے ہیں کہ ماضی اور حال ہمارے مستقبل کو تابناک بنانے کا چراغِ راہ بن جاتا ہے۔ (سلیم منصور خالد)

عزیمت کے راہی، پنجم ، حافظ محمد ادریس۔ ناشر: ادارہ معارف اسلامی، منصورہ، لاہور۔ صفحات: ۳۰۴۔ قیمت: ۳۲۵ روپے۔

جماعت اسلامی سے وابستہ لاکھوں افراد نے اپنی پوری زندگیاں دعوتِ دین کی جدوجہد میں لگادی ہیں۔ مشیتِ حق کے تحت ہر فرد کی زندگی کا پیمانہ لبریز ہوتا ہے تو وہ انتقال کی منزل طے کرتا ہے۔ حافظ محمد ادریس صاحب اس قافلۂ حق کے ایسے متعدد رفقا کی زندگیوں پر معلومات افزا